رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ہ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا ٭
(الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

مضامین بنام ایڈیٹر
کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

فہرست مضامین

ایڈیٹر۔ غلام نبی ٭ اسسٹنٹ مہر محمد خان

جلد ۷ | ۸۔ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء | پنجشنبہ | مطابق ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۵۰

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔

الحمدللہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی اب کے سالانہ جلسہ کی تقریریں جو گذشتہ سالوں کی نسبت زیادہ اور لمبی ہیں۔ باوجود اخبار کے کام کے ایک ہفتہ کے اندر اندر مرتب کرلی گئی ہیں۔ اُمید ہے یہ تقریریں بہت جلد دفتر تالیف واشاعت کی طرف سے کتابی صورت میں شائع ہو جائینگی۔ احباب مطلع رہیں اور اطمینان رکھیں ٭

۶۔جنوری کو نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے یہاں کے احباب میں لنڈن میں احمدیہ مسجد بنانے کے لیے چندہ کی تحریک کی جسپر احباب نے دل کھول کر چندہ دیا۔ مفصل آیندہ لکھا جاویگا

نامۂ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر)

اُمرا میں تبلیغ۔ ڈربی میں لیکچر

(۱۱۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء)

اتوار کا جلسہ اور پروگرام

۷۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء کو حسب دستور احمدیہ لیکچر ہال میں ہفتہ وار جلسہ ہوا۔ اور خاکسار نے "مسیح کی آمد ثانی" پر تقریر کی۔ پروگرام حسب ذیل تھا۔

دو تلاوت قرآن کریم۔ مفتی صاحب
ترجمہ و تفسیر قرآن کریم۔ مولوی فتح محمد صاحب سیال
کلام حضرت مسیح موعود۔ ڈاکٹر فہمی برکات رخ سکنہ ابیسینیا
مقرر کا تعارف۔ مسٹر محمد سلمان فیتھ
تقریر۔ مولوی عبدالرحیم نیّر
سوالات و جوابات
ریمارکس۔ مس عزیزہ وائٹھو
اعلان تقریر آیندہ۔ سکرٹری عبدالرحیم نیّر
دُعا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب"

تقریر کا خلاصہ

مفید وجود کو واپس دیکھنے کی خواہش فطرت انسانی کا تقاضا ہے محبت کرنیوالا الٰہی وجود اپنے واپس آنے کے وعدہ سے اپنے مخلصین کو تسلی دیتا ہے۔ آمد ثانی کا مسئلہ الیاس کی مثال دیکر مسیح نے حل کردیا ہے۔ مسیح کی آمد ثانی کا وقت کونسا ہونا چاہیئے۔ اور مسیحی مصرین نے کونسا وقت مقرر کیا تھا ع

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمین

مُدعی موجود ہے۔ سچے و جھوٹے میں تمیز کا معیار حقہ کیا"

اسے حضرت احمدؑ کے دعوے پر چسپان کیا جائے - اور آپ کی پیشگوئیوں بشمولیت لندن میں تقریر کرنا اور پرندے پکڑنا پر غور کریں - خدا کا قول خدا کے فعل سے تقویت پکڑتا ہے - جھوٹے مدعیان مسیحیت کی مثالیں اور ان کا انجام حضرت احمدؑ کے دعاوی ان کی جماعت اور ان کی کامیابی +

سوالات و جوابات

ایک بوڑھا یہودی عالم - مقرر نے نبیوں کا ذکر کیا ہے - مگر فلاسفروں کو چھوڑ دیا ہے - حالانکہ وہ زیادہ مفید کام کرتے ہیں

مفتی صاحب - فلاسفر بھی مفید کام کرتے ہیں - مگر وہ کوئی جماعت نہیں بناتے - خدا کے کلام سے ان کی تائید نہیں ہوتی - وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں مگر انبیاء میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا -

یہودی عالم :- بائبل اور محمدؐ کی تعلیم سے دنیا میں امن نہیں ہوا - لڑائیاں ہوئیں - انہوں نے جنگ کئے -

مسٹر فلیتھ - امن کی تعلیم دینے والا احمدؑ آگیا ہے بائبل اور تمام دوسری کتابوں میں بعد میں لوگوں نے زیادتیاں کرلی ہیں - قرآن کو بھی سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں - آپ حضرت احمدؑ کی تعلیم ملاحظہ کریں -

یہودی :- اگر حضرت احمدؑ میں آسمانی طاقت ہے - تو مجھ پر اثر کریں - ورنہ ضرورت کیا ہے - کہ میں ان کا توسط ڈھونڈوں مجھے خود براہ راست خدا مل سکتا ہے +

خاکسار :- آپنے تین سوال کئے ہیں - ان کے جواب دوستوں نے دئے ہیں - میں بھی عرض کرتا ہوں :-

(۱) فلاسفر دنیا میں اخلاقی و روحانی تغیر پیدا نہیں کرسکتے - محمد رسول اللہؐ نے وحشی آدمی بنادئے - زانی و بدچلن نیک چلن کردیئے - پانچ وقت شراب پینے والے پورے پارسا مسکرات سے کلی پرہیز کرنیوالے ہوگئے - (تشریح کے ساتھ)

(۲) محمد رسول اللہؐ کو تیرہ ۱۳ سال تکالیف برداشت کرنیکے بعد جب دشمن نے اسلام کی بیخ کنی کا ارادہ کرلیا اپنے بچاؤ کے لئے تلوار اٹھانی پڑی (جنگ کی اجازت والی آیات پڑھیں - اور فتح مکہ کے بعد حضرت کے رحم کا واقعہ سنایا) کہ فتح پاکر دشمنوں کو معاف کردیا +

(۳) آپ آنکھ کھولیں تو روشنی آئیگی - آپ حضرت احمدؑ کی تصانیف پڑھیں - ہمارے پاس آئیں - اور پھر آپ خود ملاحظہ کرینگے - کہ آپ میں کیا تغیر ہے - حضرت احمدؑ کی زندگی میں آپ کی صحبت سے بہت سے بگڑے دل درست ہوئے آپ نے فرمایا کہ میری صحبت میں رہنے والے روحانی مریض شفا پائینگے - اور ایسا ہی ہوا -

ڈاکٹر ڈگبی :- کیا آپ پیشگوئیوں کے علاوہ کوئی اور معیار حضرت احمدؑ کی صداقت کا پیش کرسکتے ہیں -

خاکسار :- آپ جو بھی معیار کسی راستباز کی صداقت کا تجویز کریں - میں وہی حضرت احمدؑ پر چسپان کرکے ان کی صداقت ثابت کروں گا +

ڈگبی - اچھا دوسری ملاقات میں سوال کروں گا +

نو مسلم مبلغین

ہمارے نومسلموں میں اب تبلیغ کا جوش خدا کے فضل سے ترقی کر رہا ہے - اخویم محمد سلمان فلیتھ کو مسیحیوں کے ساتھ اکثر مباحثات کا اتفاق ہوتا ہے - اور وہ اللہ کے فضل سے پورے جوش و خلوص کے ساتھ ان کے حملوں کا جواب دیتے اور صداقت کا پیغام پہنچاتے رہتے ہیں - اور مس عزیزہ والیقونے دو لڑکیوں کو قریباً تیار کرلیا ہے - کہ وہ اسلام لے آئیں - مس انیگاہے سپر چوالیسٹ اور تھیوسوفسٹ حلقوں میں احمدیت کی تعلیم پر غور کرنے کا وعظ کرتی ہیں - مس نجمہ بیرڈ کی تحریک سے مسز پورٹر نام ایک معمر خاتون آئیں اور اب مسز پورٹر اپنے زیر اثر لوگوں کو برابر یہاں بھیجتی ہیں - فاطمہ کیتھلین احمدیت کا پیغام ہر موقعہ پر پہنچانے کی شائق ہے - اور باوجود غربت نہایت مخلص آنریری مبلغ ہے - یہ لڑکی وائی ایم سی اے میں عارضی کام کرنے کے لئے گئی تھی - وہاں انہوں نے کہا "تم بطور ایک مسیحی لڑکی کے خوب کام کرو گی" - فاطمہ نے جھٹ جواب دیا "میں دیانت سے کام کرونگی - مگر میں مسیحی نہیں - میں مسلمان ہوں "

خط و کتابت

اللہ تعالےٰ کے فضل سے خط و کتابت کے ذریعہ سے اُمراء کے حلقہ میں تبلیغ کا موقعہ ملا ہے - اور ذیل میں نمونۃً چند مثالیں پیش ہیں - (۱) شاہ ہسپانیہ کو جو سلسلہ کا لٹریچر اور تبلیغی خط لکھا تھا - اس کا جو جواب ہز اکسلنسی سفیر ہسپانیہ کی طرف سے موصول ہوا - اسمیں سے چند فقرات کا اقتباس کرتا ہوں :-

" سفیر ہسپانیہ مسٹر عبدالرحیم نیر کو تسلیمات پیش کرتا اور شاہ سپین کے نام جو ان کا خط اور کتابیں موصول ہوئی ہیں - ان کی رسید سے اطلاع دیتا ہے - سفیر مسٹر عبدالرحیم نیر کے مہربانہ خیالات کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرتا ہے "

(۲) ہر رائل ہائی نس شہزادی میری نے پہلی تقریر فرمائی تھی - اسپر خاکسار نے شہزادی موصوفہ کو مبارکباد کا خط لکھا - اور ساتھ ہی سلسلہ کے مخصوص پہلوؤں کا ذکر کیا - اسپر ذیل کا خط ہر رائل ہائینس کی طرف سے موصول ہوا :-

" شہزادی میری کی ہیشی میں مامور لیڈی سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ شہزادی کی طرف سے مسٹر عبدالرحیم نیر کے مہربانی آمیز خط کا شکریہ ادا کرے "

ان کے علاوہ ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز - ہز اکسلنسی مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ اور لفٹنٹ کرنل اے ہربرٹ ایم - پی - لیڈی ایسٹر ایم - پی اور ہز اکسلنسی پرنس فیروز وزیر خارجہ ایران کی خدمت میں مبارکبادی و تبلیغ کے خطوط لکھے جاچکے ہیں - اور آیندہ اشاعت میں انشاء اللہ ان کے جوابات سے اقتباس کرنے کے قابل ہوسکونگا -

ڈربی میں لیکچر

جیسا کہ گذشتہ ہفتہ اعلان کیا تھا - اسکے مطابق ۴ - دسمبر کو مولوی فتح محمد سیال ایم اے کا لیکچر "صداقت اسلام" پر ڈربی کی تھیوسوفیکل؟ میں ہوا - سوسائٹی کا سکرٹری مسٹر سیال سے پرانی واقفیت رکھتا ہے - اور آپ کی ملاقات سے خوش ہوا - ایک گھنٹہ تک چودہری صاحب نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی حقانیت پر تقریر فرماتے - اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت احمدؑ کے وجود باجود کو پیش کیا - حاضرین پر بہت اثر ہوا - اور خاتمہ تقریر پر ایک خاتون نے اٹھ کر کہا :-

" میں تقریر کے لفظ لفظ سے متفق اور اگر یہی اسلام ہے - تو مسلمان ہوں "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۸ - جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

بابت سنہ ۱۹۱۹ء

۲۷ - دسمبر ۱۹۱۹ء کی کارروائی

پہلا اجلاس

۲۷ - دسمبر چونکہ رات سے ہی بارش ہو رہی تھی - اور جلسہ کی کارروائی جلسہ گاہ میں نہ ہو سکتی تھی - اس لئے ناچار مدرسہ تعلیم الاسلام کے وسیع ہال میں جلسہ کا انتظام کیا گیا - اگرچہ وہ ہال خدا کے فضل سے بہت وسیع ہے - مگر اس میں چھ سات ہزار کے مجمع کو اپنے اندر سمالینے کی کہاں گنجائش ہو سکتی تھی - تاہم کمروں کے دروازے کھولے گئے - اوپر کی منزل میں لوگ بٹھائے گئے - اوپر کے دروازوں میں احباب کھڑے ہو گئے - پھر بھی مہمانوں کا وہی حصہ آسکا جو مدرسہ اور بورڈنگ میں ٹھہرا ہوا تھا - اور اندرون قصبہ کے مہمانوں میں سے بہت کم لوگ بوجہ بارش پہنچے اور اندر جگہ پا سکے - غرض اس حالت میں اس دن کے پہلے اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب خانصاحب محمد ذوالفقار علیخان صاحب گوہر رام پوری شروع ہوئی جناب سید بشارت احمد صاحب حیدرآبادی نے تلاوت قرآن کریم فرمائی - اور ان کے بعد جناب منشی قاسم علیخان صاحب قادیانی رام پوری نے اس تمہید کے ساتھ اپنی ایک پنجابی نظم پڑھی کہ حضرات! بہت سے احباب نے مجھے فرمایا ہے کہ تمہاری اردو نظم ہم نہیں سمجھ سکتے - اس لئے میں نے ان بھائیوں کی خاطر اور اس نسبت سے جو مجھے احمدی ہو کر اور قادیانی تخلص رکھ کر پنجاب سے ہو گئی ہے کوشش کی ہے کہ پنجابی میں نظم کہوں - چنانچہ یہ نظم جو میں اب پڑھوں گا - پنجابی ہے - مگر آپ صاحبوں کو خیال رہے - کہ اسمیں پنجابی کے محاوروں اور لفظوں کی طرف نہ جائیے - کیونکہ میں پنجابی نہیں جانتا - یہ صرف آپ صاحبوں کی خواہش اور اپنے شوق کے لئے لکھی گئی ہے - اس کے بعد آپنے نظم پڑھی - جس کا پہلا مصرعہ یہ تھا

جیت لگیا ساڈا احمد نال ساڈوں ہن کوئی ڈر نا ہیں

اس کے بعد آپنے ایک اردو نظم پڑھی - جس کا پہلا مصرعہ یہ تھا ع -

دوستو! احمد موعود کے گلشن ہم ہو

شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی تقریر کا خلاصہ

اس نظم کے پڑھے جانے کے بعد جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل (تعلیم یافتہ مصر) (سابق لالہ شنکر داس لاہوری) نے اپنی تقریر "مبایعین اور غیر مبایعین میں محاکمہ" شروع کی - چونکہ بارش کی وجہ سے شیخصاحب کے وقت کا کچھ حصہ یونہی گذر چکا تھا - اس لئے قریباً گیارہ بجے آپ کی تقریر شروع ہوئی - اس تقریر میں چونکہ حوالوں کا بہت سا حصہ تھا - اس لئے اس خلاصہ میں وہ تمام حوالے نہیں دیئے جا سکتے - بلکہ ایک مفہوم کو ادا کیا جاتا ہے - شیخصاحب نے وعدہ کیا ہے - کہ وہ اپنے اس لیکچر کو قلمبند کر کے مکمل طور پر شائع کر دینگے -

آپنے فرمایا - کہ اختلاف کا اصلی باعث نہ مسئلہ نبوۃ ہے - نہ مسئلہ خلافت - کیونکہ مولوی محمد علی صاحب وغیرہ ان باتوں کو تسلیم کرتے تھے - بلکہ ان لوگوں کو چونکہ غیروں سے ملنے کی خواہش تھی - اس سے وہ مجبور ہو گئے کہ کوئی اس قسم کی بات نہ کی جائے - جس سے وہ ناراض ہوں اس خیال میں انہوں نے سلسلہ کی خصوصیات کے مٹ جانے سے ہرگز خوف نہیں کیا - بلکہ انہوں نے وہ طریق عمل اختیار کیا - جو سراسر خصوصیات سلسلہ کو مٹانیوالا تھا حضرت اقدس نے اپنی متعدد کتب میں پیشگوئی فرمائی ہے کہ ایک وقت آئے گا - کہ اسلام سے مراد میرا ہی سلسلہ ہو گا - اور دنیا میں غالب رنگ میں یہی جماعت نظر آئیگی - دیگر فرقوں کے مسلمان یا تو ذلیل ہونگے یا اس جماعت میں جذب ہو جائینگے - اور تعدادی حالت میں ان کی وہی حالت ہو گی - جو مسیح ناصری کے بعد یہود کی ہوئی - اب دیکھنا یہ ہے - کہ کونسا فریق حق پر ہے - اس کے لئے ہم یہ دیکھینگے - کہ اس اختلاف کے بعد کونسا فریق ہے - جو تائید یافتہ ہے - اور کونسا مخذول و مطرود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مولوی محمد علی صاحب کو مقابلہ میں بلایا اور کہا کہ میرے مقابلہ میں تفسیر لکھو میرے ساتھ مباہلہ کرو - اس سے معلوم ہو جائیگا - کہ کون حق پر ہے - اور کون باطل پر گروہ ... غیر مبایعین کہتے ہیں - کہ حضرت مسیح موعود مجدد تھے اور محدث - اس سے زیادہ کچھ نہیں - لیکن جب ہم ان الہامات کو دیکھتے ہیں - جو خدا کی طرف سے مسیح موعود پر نازل ہوئے تو ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے - کہ آپ کو بار بار نبی - رسول اور مرسل کہا گیا ہے - پس اگر حضرت مسیح موعود مجدد و محدث ہی تھے - تو کیا وجہ ہے - آپ کو مجدد یا محدث الہامات میں اس کثرت سے نہ کہا گیا - جس طرح آپ کو نبی کہا گیا - درانحالیکہ آپ نبی نہیں تھے بلکہ محدث تھے - آپ کو وحی میں صرف ایک آدھ دفعہ محدث کہنا اور تمام وحی میں نبی و رسول کے نام سے یاد کرنا بتلاتا ہے - کہ آپ کا اصل عہدہ نبی و رسول کا تھا نہ کہ محدث و مجدد کا ؛

اصل بات یہ ہے کہ ابتداء میں حضرت اقدس کے نزدیک نبی کی تعریف یہ تھی - کہ نبی وہ ہوتا ہے - جو جدید شریعت لائے - یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے - یا نبی سابق کی اتباع سے علیحدہ ہو کر دعوئ نبوت کرے - پس چونکہ حضرت اقدس اپنے اندر کوئی بات ان تینوں باتوں میں سے نہ پاتے تھے - اس لئے باوجود وحی الٰہی میں نبی و رسول کے نام سے خطاب کئے جانے کے اپنے آپ کو نبی نہ کہتے تھے لیکن جب آپ کو خدا تعالیٰ کی متواتر وحی نے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا - تو آپنے اس پہلی تعریف کو چھوڑ کر اپنے تئیں نبی کہا - جیسا کہ آپ کو وحی الٰہی میں کہا جاتا تھا - یہ جو ہمارے متعلق کہا جاتا ہے - کہ ہم کہتے

ہیں۔ کہ حضرت اقدس سنہ ۱۹۰۱ء تک اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھے۔ اور اس سنہ ء میں آپ نے اپنے دعوے کو بدل لیا۔ یہ غلط ہے۔ ہم ہرگز نہیں کہتے کہ آپ اتنے عرصہ تک اپنے دعوے کو نہیں سمجھے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ اپنے دعویٰ کو ابتداء سے ہی خوب سمجھتے تھے۔ جو یہ تھا۔ کہ آپ اصلاح خلق کے لئے خدا کی طرف سے مامور اور ملہم اور مورد وحی الٰہی ہیں۔ ہاں پہلے بوجہ احتیاط کے آپ نے اس عہدہ کا نام کچھ اور رکھا۔ جو آپ کو خدا کی طرف سے نبی اور رسول کے نام سے دیا گیا تھا۔ مگر متواتر وحی نے بتلایا۔ کہ اس میں تاویل کی ضرورت نہیں تم ایسے نبی ہو۔ کہ ایک پہلو سے اُمتی اور ایک پہلو سے نبی۔ بس خلاصہ یہ ہُوا۔ کہ پہلے چونکہ آپ عام مسلمانوں کی طرح نبی کی اور تعریف سمجھتے تھے۔ اور اس تعریف کو اپنے اُوپر صادق نہ پاتے تھے۔ اس لئے تاویل کرتے تھے مگر بعد میں آپ نے اس تعریف کو بدل دیا۔ جیسا کہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں آپ نے اس کی تصریح فرما دی پھر مواہب الرحمان صفحہ ۶۶ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے مگر پورا نہیں ادھورا۔ یعنی یہ حوالہ لکھتے یا پیش کرتے وقت غیر مبایعین کے مناظر اور امیر اس حصہ کو چھوڑ جاتے ہیں "الا الذی ربی من فیضہ واظہرہ دعادہ" پھر کہتے ہیں کہ سلسلہ کے مصنفین حضرت کے وقت میں نبوۃ کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ ان کی تحریرات موجود ہیں۔ اور ان میں حضرت اقدس کو نبی کے نام سے پکارا گیا ہے ॰

چونکہ بارش کی وجہ سے مقررہ وقت سے کچھ بعد شیخ صاحب کا لیکچر شروع ہُوا تھا۔ اس لئے آپ کو اپنا یہ لیکچر نا تمام چھوڑنا پڑا۔ گو مولانا سید سرور شاہ صاحب کی تقریر کا وقت جو صرف آدھ گھنٹہ تھا۔ اور مولوی صاحب موصوف بوجہ انتظام جلسہ میں مصروف ہونے کے تقریر کے لئے تشریف نہ لا سکے۔ شیخ صاحب کو دیا گیا۔ تاہم ان کی تقریر پوری نہ ہوئی۔ اور نماز ظہر و عصر کے لئے جلسہ برخاست ہو گیا ॰

دوسرا اجلاس

نماز ظہر و عصر مسجد نور میں مولانا حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے پڑھائی۔ نماز کے بعد سیدنا حضرۃ خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ تشریف لے آئے اور چونکہ بادل بالکل گھرے ہوئے تھے۔ اس لئے ہال میں تشریف لے گئے۔ لیکن آخر مسجد میں تقریر کرنے کی تجویز ہوئی۔

جب حضور سٹیج پر تشریف لے آئے تو حضور کی ایک نظم منشی قاسم علی خان صاحب قادیانی رام پوری نے پڑھی۔ جو گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ تقریر سے قبل حضور نے چند نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ اور تین بجے تقریر شروع ہوئی ॰

حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر کا خلاصہ

حضور نے آیات ذیل تلاوت کیں:۔ وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (۵۱۔ ۵۵ و ۵۶)

اور فرمایا پیشتر اصل تقریر شروع کرنے کے میں ان سب احباب سے جو بیرونجات سے آئے ہیں۔ ایک معذرت کرتا ہوں کہ مجھے آج صبح ایک افسوسناک خبر معلوم ہوئی ہے کہ منتظموں نے ناجائز تکلیف آپ کو دی۔ اسلام نے علاوہ اخوۃ کے اکرام ضیف کا فرض بھی ایک مسلم کے لئے مقرر کیا ہے۔ میرے نزدیک چونکہ یہ خدا کی طرف سے حکم ہے۔ اس لئے مہمان کی ہتک مہمان کی ہتک نہیں۔ اپنی ہی ہتک ہوتی ہے۔ اور چونکہ مہمان نوازی میرا فرض ہے کیونکہ مسیح موعود کا جانشین میں ہوں۔ اور مسیح موعود کے مہمان میرے مہمان ہیں۔ اور ان کی خدمت کرنا میرا کام ہے اسلئے میں معذرت کرتا ہوں۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ان لوگوں کو معاف کرے۔ جن سے آپ کو نادانستہ یا دانستہ تکلیف پہونچی ہے۔ اس کے بعد میں اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہم لوگ پھر اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔ جو مسیح موعود کا مقام نزول ہے۔ اور اس کے بعد میں سلسلہ کے انتظام کے متعلق چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ مَیں نے سلسلہ کے کام کو باقاعدہ کرنے کے لئے چھ حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ (۱) محکمہ تالیف و اشاعت (۲) تعلیم و تربیت (۳) بیت المال (۴) امور عامہ (۵) قضاء (۶) افتاء۔

اس سال میں کیا کام ہُوا۔ اس کے متعلق تو ہر ایک صیغہ کا افسر آپ کو اپنی رپورٹ سنائیگا۔ مگر بعض باتیں مَیں آپ لوگوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ چونکہ کام ابتدائی تھا اس لئے بعض لوگ جن کو افسر بنایا گیا۔ وہ پورے طور پر اس کو نہیں سمجھ سکے۔ نہ باہر والوں نے اس کو پورے طور پر سمجھا ہے۔ مگر باوجود اس کے جس رنگ میں کام ہُوا ہے خدا کا عین فضل و احسان ہے۔ مَیں اس لئے بھی سناتا ہوں تاکہ آپ سمجھ لیں کہ آپ سے کہاں تک ان کاموں کا تعلق ہے۔ اور کہاں تک آپ کو اس کو بجالانا چاہیئے اب تک جو کام ہُوا سو ہُوا۔ مگر آئندہ بہت ہونے کی اُمید ہے۔ یہ سال گورنمنٹ کے متعلق ایک عجیب سال گذرا ہے۔ سیاسی حالت میں ایسی موجیں پیدا ہوئیں کہ الامان! یہ خدا کا فضل ہے۔ کہ امور عامہ کا صیغہ قائم ہو گیا تھا۔ اس نے جس طریق پر کام کیا۔ اور جس طرح گورنمنٹ کی خدمات انجام دیں۔ یہ ایک لمبی بات ہے۔ اور اس طرح گورنمنٹ کی خدمات ادا کیں کہ گورنمنٹ پنجاب کا ہر ایک حاکم ہماری جماعت سے واقف و آگاہ ہو گیا۔ ہم کسی فائدہ اٹھانے کے لئے گورنمنٹ کے اطاعت گذار نہیں بلکہ ہمارا مذہبی فرض ہے۔ کہ جو بھی حاکم وقت ہو۔ ہم اس کی اطاعت کریں۔ نادان ہیں جو ہمیں خوشامدی کہتے ہیں کیونکہ ہم خوشامد نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اس فرض کو ادا کرتے ہیں جو خدا کی طرف سے ہم پر عائد ہے۔ ہم گورنمنٹ سے ان خدمات کے صلہ میں کوئی خطاب اور کوئی مربعے نہیں لینا چاہتے بلکہ میرے نزدیک اگر گورنمنٹ مجھے کوئی خطاب دے یا زمین دے۔ تو وہ میری ہتک کریگی۔ کیونکہ ہم بحیثیت جماعت ان صلوں کے لئے گورنمنٹ کی خدمت نہیں کرتے۔ اگر ہماری جماعت کے افراد کو ان کی ذاتی خدمات کے صلہ میں خطاب یا انعام ملیں تو وہ علیحدہ بات ہے۔ غرض ہم نے جو کچھ کیا۔ وہ خدا کیلئے کیا۔ اور یہ اس لئے ہُوا۔ کہ مسیح موعود کی وہ پیشگوئی پوری ہو۔ جس میں حضور نے فرمایا کہ ایک وقت

آئے گا کہ میری ہی جماعت وفادار رہیگی۔

اس کے بعد بیت المال کا ذکر فرمایا۔ اور ناظر صاحب کے کام کی تعریف فرمائی۔ اور ان کے لئے دُعا کی۔ فرمایا کہ یا تو مجھے ہر وقت فکر رہتی تھی کہ فلاں خرچ کس طرح پورا ہو یا اب مجھ کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ کونسا خرچ کہاں سے ہوتا ہے۔ میں ان کے کام کے عمدہ ہونے سے رسم کے طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر جو اسلام نے سکھایا ہے۔ دُعا کرتا ہوں کہ ان کے دل پر ان باتوں سے تکبر نہ آجائے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ان کو اور زیادہ کام کرنے کی توفیق دے۔

پھر اخبارات سلسلہ کے متعلق فرمایا کہ قادیان کے اخبارات کے ایڈیٹروں کی خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان کی مالی حالت کمزور ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ اس طرف توجہ کریں۔ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ اور اخبارات اشاعت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ حضرت اقدس نے بدر و الحکم کو اپنے دو بازوؤں کا خطاب دیا ہے۔ پس جو لوگ ذی استطاعت ہیں وہ اخبارات کو خریدیں۔ جو لوگ پڑھ نہیں سکتے۔ وہ بھی ضرور خریدیں۔ اور دوسرے سے پڑھوا کر سنیں۔ الفضل تو جماعت کا آرگن ہے اسکی طرف احباب توجہ کریں ہی گے۔ ریویو کی اشاعت کے متعلق حضرت مسیح موعود تحریک کر چکے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تحریک ہوگی۔ نور و فاروق ہیں۔ تشحیذ اور الحکم ہیں یہ چاروں عمدہ کام کرتے ہیں۔ الحکم کی حالت ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی سی ہے۔ مگر میں ان کی ہمت کی تعریف کرتا ہوں۔ فاقہ ہیں۔ روٹی کھانے کو نہو۔ سردیوں میں پہننے کو کپڑا نہ ہو۔ مگر الحکم کا ایک آدھ یا چند پرچے ضرور نکلتے ہیں۔ جب بعض نے کہا کہ اس کو بند کر دو۔ تو شیخ صاحب لڑنے کو تیار ہو گئے۔ انہیں مسیح موعود کے ان لفظوں کا پاس ہے۔ کہ الحکم و بدر میرے بازو ہیں۔ اور یہ بات نہیں ہو سکتی۔ جب تک خاص عرفان نہو۔ اسی طرح نور ہے۔ وہ ایک خاص کام کر رہا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے شروع کیا کہ حضرت بابا نانک صاحب مسلمان ہیں۔ اس کی حالت معلوم کر کے افسوس ہوا کہ دو سو کے قریب اسکی اشاعت ہے نور بھی مستحق اعانت ہے۔ اور شیخ محمد یوسف صاحب نے جو کتاب بابا نانک کا مذہب لکھی ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ اس کی بکثرت اشاعت کیجائے

اس کے بعد فاروق ہے۔ اس معاملہ میں جہاں شیخ یعقوب علی صاحب مستحق تعریف ہیں۔ وہاں میر صاحب نہیں۔ فاروق نے (جس کا پہلا نام الحق تھا) ابتدا میں وہ کام کیا جو تاریخی ہے۔ لیکن اب میر صاحب ہمت ہار گئے۔ الحکم کی حالت تو یہ ہے کہ گرتا ہے۔ مگر کہتا ہے کہ میں نہیں گرا۔ میر صاحب جس شخص کی اولاد ہیں۔ وہ بڑا صاحب ہمت تھا۔ اور وہ جس کے سلسلہ میں ہیں وہ بھی بڑا باہمت تھا۔ پس انہوں نے جو ہمت ہار دی کہ لوگ قدر نہیں کرتے یہ غلطی کی۔ اگر وہ کام کرتے رہیں۔ تو ضرور انہیں کامیابی ہوگی۔

پھر تشحیذ ہے۔ اس کا میں نے پیچھے نام اس لئے لیا ہے کہ اس سے میرا تعلق تھا۔ ورنہ وہ خدمت کے لحاظ سے پیچھے نہیں۔ اس نے پچھلے دنوں اچھے علمی مضامین شائع کئے ہیں۔ خصوصاً شیعوں کے متعلق منشی خادم حسین صاحب کے مضامین قابل قدر ہوتے ہیں۔ مجھ میں بھی تنقید کا مادہ ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ منشی صاحب کے مضامین میں ایک خاص بات ہوتی ہے۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی مخالف کے گھر میں جائے اور نہایت اطمینان سے چارپائی پر بیٹھ کر گھر والوں کو کہے۔ کہ آپ کب مکان خالی کرینگے۔ ہمارے جو نوجوان مضامین لکھتے ہیں۔ انہیں منشی صاحب کی طرز تحریر سیکھنی چاہیئے۔ آج کل یہ طرز نہایت عمدہ ہے۔ کیونکہ آجکل عزت و بے عزتی کا سوال بہت پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے ایسے ہی طریق پر مضامین لکھے جانے چاہئیں۔ غرض اس کی طرف بھی احباب کو توجہ کرنی چاہیئے۔ میرا ارادہ ہے کہ تمام اخباروں کا کام تقسیم کر دیا جائے۔ اب تو یہ حال ہے کہ جو مضمون جس کو ملتا ہے۔ وہی شائع کر دیتا ہے۔ (اس موقعہ پر شیخ مستان علی صاحب وکیل پٹیالہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں سالانہ تبلیغی کاموں کیلئے دونگا۔ اور تمام اخبارات کی خریداری کروں گا)

ہندوستان سے باہر کی جماعتیں دُعا کی مستحق ہیں۔ وہ بڑا کام کر رہی ہیں سیلون کی جماعت خاص طور پر دُعا کی مستحق ہے ان لوگوں نے ایک پریس جاری کیا ہے اور ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار نکالا ہوا ہے۔ ہم مرکز میں آج تک انگریزی سلطع نہیں نکال سکے۔ وہاں ایسا قحط پڑا ہے۔ جس کی انتہا نہیں مگر وہ لوگ۔ دن کو اپنا کام کاج کرتے ہیں جب فارغ ہوتے ہیں۔ تو دین کی خدمت میں مصروف ہوتے ہیں ان میں سے کوئی پریسمین بنتا ہے۔ کوئی کچھ۔ اور اخبار شائع کرتے ہیں۔

بیرونی ممالک کی جماعتوں کے اخلاص اور مضبوطی کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایک سلپٹ نام انگریزی رسالہ شائع کیا ہے۔ جسمیں ان لوگوں سے جنہوں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے اپیل کیا ہے۔ کہ وہ آپس کے اختلاف کا فیصلہ کریں لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ فیصلہ تو ان لوگوں سے چاہا گیا۔ لیکن کتاب انگریزی میں لکھی ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ اگر ان کی نیت بخیر تھی۔ تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے انگریزی میں یہ کتاب شائع کی۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحب کی صحبت اٹھانے والے زیادہ تر اردو دان یا فارسی اور عربی جاننے والے ہیں۔ جو پرانی پرانی جماعتیں ہیں۔ ان میں کتنے انگریزی خوان ہیں۔ علماء سلسلہ میں سے کتنے انگریزی پڑھے ہوئے ہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ خطاب تو ان سے ہے۔ لیکن ان کو سمجھانے اور ان سے فیصلہ لینے کے لئے نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہے جو دوسرے ممالک کے ہیں اور اُردو نہیں جانتے۔ مگر ان لوگوں نے جو جواب مولوی محمد علی کو دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مولوی محمد علی کو کہدو کہ اس کی دجالانہ چالیں ہمیں گمراہ نہیں کر سکتیں۔

خدا کے فضل سے سیلون سے پانچ آدمی یہاں دین سیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ افریقہ سے آٹھ ہزار میل کا سفر طے کر کے یہاں ایک شخص دین کی تعلیم سیکھنے کے لئے آیا ہے۔ ماریشس سے جلسہ کے لئے لوگ آئے ہیں۔ یہ بات بغیر یقین کے نہیں ہو سکتی۔ غیر احمدیوں نے ایک پنجابی کو بلال وو کنگ بلال وو کنگ کہنا شروع کیا تھا۔ مگر دیکھو ہمیں یہ بلال جو بلال کی قوم سے ہے خدا نے دیا ہے (اس موقعہ پر حضور نے مسٹر عبد الرحیم صاحب کو جو نائجیریا سے آئے ہیں۔ لوگوں کے دکھلانے کے لئے کھڑا کیا) کیا بلال کی قوم ختم ہو گئی تھی۔ کیا خدا

اس قوم کو مسلمان نہیں بنا سکتا تھا۔ کہ کسی پنجابی کو بلال کہا جائے۔ خدا نے بنایا۔ اور ہمارے لئے بنایا۔ پس یہ لوگ دعاؤں کے مستحق ہیں۔ اور ان کا اخلاص قابل رشک ہے ؛

اس کے بعد میں دو خوشخبریاں سُنانا چاہتا ہوں۔ اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ ایک بڑا کام کرانا چاہا ہے۔ افریقہ میں کئی لاکھ لوگ عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور پادریوں نے وہاں کے شہزادوں کو ورغلا کر نکالا۔ اور ولایت میں لے گئے ہیں کہ ان کے ذریعہ عیسائیت کو پھیلائیں مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔ کہ یہ زمانہ شیطان کو شکست دینے کا ہے۔ اب ان شہزادوں میں سے بعض ہمارے مبلغوں کے ذریعہ مسلمان ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنے وطن میں جا کر تبلیغ اسلام کرینگے ؛

دوسری بات اگرچہ معمولی ہے۔ مگر اپنے نتائج کے لحاظ سے انشاء اللہ اعلیٰ ثابت ہو گی۔ جیسا کہ جب ایران پر مسلمانوں نے حملہ کیا۔ اور بادشاہ ایران خاطر میں نہ لایا مسلمانوں کے سفیر اس کے دربار میں گئے۔ تو بادشاہ نے ان کی ذلت کے لئے ایک بوراں مٹی کا ان کو دیا جس کو انہوں نے اُٹھا لیا اور اللہ اکبر کہتے ہوئے واپس آ گئے۔ کہ شاہ نے خود ہمیں ملک ایران دیدیا۔ اسی طرح وہ عہد ابراہیمی جس کو حضرت مسیح کے شاگرد کہلانے والوں میں سے ایک نے توڑ دیا تھا۔ اب پھر ہمارے ذریعہ جاری ہوا ہے۔ خبر آئی ہے۔ کہ ولایت میں ایک نو مسلم نے اپنے بچہ کا ختنہ کرایا ہے۔ اور اسلام کے لئے کرایا ہے۔ پس اگر پہلے مسیح کے بعد ایک نے اس عہد کو توڑا۔ تو اس مسیح کے حواریوں کے ذریعہ یہ عہد قائم کیا گیا ہے۔ جو اُمید ہے کہ اپنے نتائج کے لحاظ سے انشاء اللہ موجب برکات ہو گا ؛

اس کے بعد آپ نے اختلاف کا ذکر فرمایا۔ اور اس پر افسوس کرتے ہوئے بتایا کہ خدا تعالیٰ غیر مبائعین کو ان ہی کے مسلمات سے پکڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ [illegible] خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور غیر مامور خلیفہ نہیں ہو [illegible] سب ولایت میں ایک جلسہ خلافت عثمانی کی تائید میں ہوا۔ اس کے لئے مولوی صدر الدین نے جو دعوتی اعلان کیا۔ اس میں لکھا کہ ہندوستان میں "ہمارے خلیفہ" کے لئے جلسہ ہائے دُعا کئے جائینگے اسی کی تقلید یہاں کی جائیگی "

پھر ایک اَور جلسہ ٹرکی کے متعلق ہُوا۔ ہمارے چودھری فتح محمد صاحب بھی اس میں مدعو تھے۔ اتفاق سے جلسہ کے پریذیڈنٹ مسٹر لیون باہر چلے گئے اور سوال و جواب کا وقت آ گیا۔ مولوی صدر الدین صاحب کی موجودگی میں چودھری صاحب نے پُوچھا۔ کیا خلافت مذہبی سوال ہے۔ تقریر کرنے والے ڈاکٹر عبد المجید تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں مذہبی سوال ہے۔ پھر چودھری صاحب نے پوچھا۔ کیا خلیفہ کی اطاعت لازمی اور ضروری ہے۔ ڈاکٹر عبد المجید نے مولوی صدر الدین سے پوچھ کر کہا۔ ہاں ضروری ہے۔ دیکھو اب ان کے نزدیک مسیح موعود کے متبعین میں سے تو خلیفہ ہونا ناجائز تھا۔ مگر مسیح موعود کے منکروں کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ اور انکی اطاعت لازمی قرار دیتے ہیں ؛

اس کے بعد خواجہ صاحب کے ان اعتراضات کا ذکر فرمایا۔ جو وہ اب کر رہے ہیں۔ نیز بتایا کہ وہ جس رنگ میں چاہیں۔ ہمارے ساتھ مقابلہ کر لیں۔ علم عربی کے متعلق تو وہ مقابلہ پر نہیں آئینگے۔ کیونکہ وہ اپنی حقیقت جانتے ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی ایک کتاب لیکر اور دوسروں سے مدد لیکر عربی کے متعلق ایک کتاب لکھ دی ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ بھی عربی جانتے ہیں۔ لیکن اس کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کو جج بنایا جائے۔ اور میں ایک رکوع خواجہ صاحب کے سامنے پیش کروں وہ اس کا لفظی ترجمہ کر دیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب قسم کھا کر لکھ دیں کہ یہ صحیح ہے۔

غیر مبائعین کے ذکر کے بعد آپ نے فرمایا۔ اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ گذشتہ سالوں میں میرا قاعدہ رہا ہے۔ کہ پہلے دن عام وعظ و نصیحت کی باتیں اور دوسرے دن کوئی خاص علمی مضمون بیان کرتا ہوں۔ گو گذشتہ سال اس کے برعکس ہُوا۔ مگر اب کی دفعہ پہلے طریق سے تقریر کروں گا۔ یعنی آج عام موعظت کی باتیں بیان کی جائینگی۔ اور کل اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ایک خاص مسئلہ کے متعلق تقریر ہو گی ؛

اس دفعہ مَیں نے دوسرے دن کے سُنانے کے لئے جو مضمون منتخب کیا ہے۔ وہ ایمانیات کے متعلق ہے پہلے عام طور پر اعمال کے متعلق ہوتے تھے۔ اس کے لئے میں بہت ڈرا۔ اور مَیں نے اس کے لئے اتنی دعا کی کہ پہلے کسی مضمون کے لئے اتنی دُعا نہ کی تھی۔ یہ مضمون بہت مشکل ہے۔ اور اس کو سننے کے لئے بہت غور کی ضرورت ہے۔ آج میں عام مضمون سُناؤں گا۔ اور وہ بھی وہ ہے جو انبیاء کی غرض بعثت کو پورا کرنیوالا ہے۔ ان آیات میں جو مَیں نے تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک خاص بات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ فرماتا ہے۔ انسان کی غرض پیدائش کیا ہے۔ صرف یہ کہ وہ اللہ کے عبد بن جائیں۔ یہ اللہ کی غلامی انعام ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ اس غرض کو پُورا کرے۔ جب وہ اس غرض کو پورا کریگا۔ تو انعامات الٰہیہ پائیگا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو نُور دیا۔ اور ہدایت بخشی ہے۔ پس آپ لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اس کام کو احسن طور پر انجام دیں۔ اگر کوئی شخص زبان سے عبودیت کا اقرار کرے مگر اعمال سے ثبوت نہ دے۔ تو ہم اس کو عبد نہیں کہہ سکتے جب انسان عبد ہو جائے۔ تو اس پر فنا نہیں آ سکتی۔ وہ ایک ایسے مقام پر جاتا ہے۔ جو جنت ہے۔ اور جنت پر فنا نہیں۔ کیونکہ وہ صفات الٰہیہ کا مقام ہے۔ پس جنت میں انسان تبھی داخل ہو سکتا ہے۔ جب وہ عباد اللہ میں داخل ہو جائے۔ ورنہ جنت میں جانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ عبودیت یہ ہے۔ کہ انسان ان فرائض کو بجالائے۔ جو اس کے ذمے خدا کی طرف سے عائد کئے گئے ہوں۔ اور یہ فرائض دو قسم کے ہیں (۱) اعمال مخفیہ (۲) وہ اعمال جو ظاہر میں بجالائے جاتے ہیں۔ اسلام نے عبادت میں دونوں طریق کو رکھا ہے۔

اول مخفی فرائض ہیں عقائد کی دُرستی ہے۔ اس کے بعد عبادات کو بجالائے۔ پہلے وہ یقین رکھے کہ خدا ہے جو مع اپنی جمیع صفات حسنہ کے ہے۔ یہ مخفی فرض ہے

جس کے بغیر کوئی عبد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جڑھ ہے۔ باقی اس کی شاخیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان باتوں کو اپنی زبان سے ظاہر کرے۔ تیسرے اپنے عمل سے ثبوت دے ظاہری اعمال میں عبادات میں مثلاً نماز ہوتی ہے۔ خدا اس کو پسند نہیں کرتا کہ مخفی اعمال ہوں۔ بلکہ ضروری ہے کہ ظاہر میں بھی عبودیت کا اقرار کرے۔ جو شخص ظاہر میں عبادت نہیں کرتا۔ اس میں عجب ہے۔ پس نماز با جماعت کی طرف بالخصوص توجہ کرو۔ دوسرا رکن عبودیت کا معاملات ہیں جب تک معاملات میں درستی نہ ہو۔ انسان عبد نہیں بن سکتا۔ کیس میں معاملات کی درستی۔ دوستوں سے تعلقات دشمنوں سے معاملات۔ باپ کا بیٹے سے تعلق بیٹے کا باپ سے معاملہ۔ حکومت کا رعایا سے تعلق۔ رعایا کا حکومت سے تعلق ان سب باتوں میں عبودیت کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ انسان راستی کو نہ چھوڑے۔

پس شریعت کی دو شاخیں ہیں (۱) عبادات (۲) معاملات جب انسان ان باتوں کو عمل میں لا کر خدا کا بن جاتا ہے۔ تو وہ کسی کے توڑے نہیں ٹوٹ سکتا۔ بلکہ اس کو توڑنے والا توڑ دیا جاتا ہے۔ معاملات کے بھی دو حصہ ہیں۔ اول وہ معاملات جن کا شریعت میں حکم ہے۔ مگر دوسرے مذاہب میں بھی وہ احکام ہیں۔ گو ادنیٰ درجہ پر ہوں۔ دوسرے وہ جو محض شریعت اسلام کے خاص احکام ہیں۔ اور بالخصوص وہ جن کو دوسرے مذاہب برا خیال کرتے ہیں۔ اگر ان میں کسی میں نقص ہو تو عبودیت میں نقص ہوگا۔ آخری خاص بات تعدد ازدواج ہے۔ جس پر احمدی جماعت میں سب سے زیادہ زور دینے والا شخص میں ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شہوت رانی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں اور تجربہ سے کہتا ہوں کہ یہ بڑی قربانی ہے۔ پس ہمارے احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ لوگ جو اس ذریعہ سے اسلام پر حملہ کرتے ہیں۔ انہیں ثابت کر دیں کہ اس طرح اس حکم کی پابندی کی جا سکتی دوسرا مسئلہ سود کا ہے۔ لوگوں نے اس کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔ مگر قرآن شریف بتلاتا ہے کہ سود لینا یا دینا خدا سے جنگ کرنا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تجارت چل نہیں سکتی۔ مگر یہ غلطی ہے۔ اگر دنیا سے سود کا رواج ہٹا دیا جائے۔ تو جنگوں کا خاتمہ ہو جائے اگر جرمن کو سود نہ مل سکتا تو وہ پانچ سال کیا پانچ مہینہ بھی نہ لڑ سکتا۔ پس سود سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

پھر پہلا فرض تو یہ تھا کہ اپنے فرائض ادا کئے جائیں دوسرا فرض یہ ہے کہ غیروں سے ان کے فرض ادا کرائے جائیں۔ خدا نے جو مسلمانوں کو خیر امت کہا ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ تبلیغ تو بہت قومیں کرتی تھیں۔ بلکہ تمہیں ساری دنیا کے لئے مبلغ بنایا گیا۔ اس فرض تبلیغ کے بھی دو حصہ ہیں۔ اول اپنے مذہب والوں کو امر بالمعروف کرنا۔ دوسرے غیروں میں تبلیغ کرنا۔ غیروں میں تبلیغ کی دو شقیں ہیں۔ اول ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ کرے۔ اس بات کی ہرگز پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ ہماری حیثیت کیا ہے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہونگے۔ اگرچہ ہم بہت کمزور ہیں مگر وہ خدا طاقتور ہے۔ ہم نے افغانستان میں۔ ایران میں مشن قائم کرنے ہیں۔ امریکہ مشن کے متعلق ایک رویا میں نے پہلے سنائی تھی۔ اب ایک اور ہوئی ہے۔ مفتی صاحب عنقریب انشاء اللہ امریکہ چلے جائینگے آج خبر آئی ہے۔ امریکہ کا ایک بڑا شاعر اور مصور جو ولایت آیا تھا۔ ہمارے مبلغوں کے ذریعہ مسلمان ہو گیا۔ فالحمد للہ۔

یہ اللہ کی طرف سے ذرائع ہیں۔ مکہ میں مشن کی تجویز ہے۔ ایک دوست نے وعدہ کیا ہے کہ اگر مکہ میں مکان لیا جاسکے۔ تو وہ پچیس ہزار روپیہ مکان کے لئے دینگے۔ پس شیطان کے مقابلہ میں پوری طاقت سے کام لیں اور میری اس نصیحت کو خوب یاد رکھیں۔

حضور کی تقریر سات بجے کے بعد ختم ہوئی اور اسپر جلسہ برخاست ہوا۔

نظم

لو آؤ دیکھو جمال محمدؐ عربی

منشی قاسم علی خان صاحب کی نظم جو انہوں نے سالانہ جلسہ پر پڑھی

کہاں سے آئے مثال محمدؐ عربی
کہ وصف کل ہے کمال محمدؐ عربی

جو چاہے دیکھنا حال محمدؐ عربی
وہ دیکھے ظل کمال محمدؐ عربی

مُقِر جو چودھویں شب کا ہو بدر کا منکر
کب اس نے دیکھا ہلال محمدؐ عربی

شنیدہ دیدہ میں دیکھا سنا ہے فرق اگر
تو آؤ دیکھو جمال محمدؐ عربی

بہار احمدؐ والا کا ہے جو گل محمود
یہی جواں ہے نہال محمدؐ عربی

خدا نے بخشی ہے اپنے لئے وہ غیوری
عیاں ہے جس سے جلال محمدؐ عربی

صفات خلق و ترحم میں اپنی آپ نظیر
ہے مہر نور جمال محمد عربی

ہے ظلِ تام محمدؐ کا احمدؐ موعود
ہے ہو بہو خط و خال محمدؐ عربی

جناب حضرت محمود اور بشیر و شریف
یہی ہیں کشتی آل محمد عربی

جو قادیان میں آؤ تو دیکھو آنکھوں سے
رواں ہے آب زلال محمدؐ عربی

سنو اذان منارہ مسیح سے جس دم
تو آئے یاد بلالؓ محمدؐ عربی

ہر ایک ذرہ تن میں سمائے عشق ترا
الٰہی دے وہ خیال محمدؐ عربی

ہو قادیانی جو کوئی غلام احمدؐ کا
نہ کیوں ہو اسکو وصال محمدؐ عربی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ جمعہ

شریعت کے احکام بیچون وچرا مانو

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ

فرمودہ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء

حضور نے سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ شریفہ یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکمۚ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذالک خیر و احسن تاویلا - (۴-۶۴)

اسلام ایک ایسے زمانہ میں دنیا میں آیا ہے جبکہ حریت خواہ فکر کی ہو - خواہ عمل کی - بالکل مٹی ہوئی تھی - متمدن دنیا میں حریت فکر و حریت عمل بالکل مفقود تھی - دو بڑی حکومتیں تھیں - ایران جو ایشیاء کے بڑے حصہ پر تصرف رکھتی تھی - اور دوسری یونانی حکومت جسے رومی سلطنت کہتے ہیں اس کا ایشیاء کے بعض حصص پر اور افریقہ کے متمدن حصہ پر اور تمام یورپ پر اثر تھا - ان دونوں حکومتوں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے - کہ ان میں دونوں باتیں نہ تھیں - نہ تو وہاں لوگوں کے دماغوں کو آزادی حاصل تھی - کہ وہ کسی امر کے متعلق کچھ سوچ کر اور کوئی رائے قائم کر سکیں - اور نہ یہ آزادی تھی - کہ کسی قسم کی حرکت کر سکیں - حکومت کا جبر اتنا بڑھا ہوا تھا - کہ رعایا اور حکام کے تعلقات ایسے تھے کہ رعایا جانور ہے - اور حکام ان کے مالک وہ جس قسم کا رعایا سے سلوک کریں - وہ بجا اور درست ہے - چنانچہ احکام جو چاہتے تھے - اور جس طرح چاہتے تھے - رعایا سے کرتے تھے -

اس کے مقابلہ میں غیر متمدن علاقوں کی حالت حریت کے لحاظ سے حد سے بڑھی ہوئی تھی - اس کی مثال عرب میں ملتی ہے - عرب میں اس وقت کوئی تہذیب نہ تھی کوئی تمدن نہ تھا - کوئی قانون اور قاعدہ نہ تھا - وہاں آزادی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ جو چاہتے کرتے تھے - کوئی پرسان اور کوئی مانع نہ تھا - انہوں نے آزادی کے معنے یہ سمجھ رکھے تھے - کہ کسی امر میں کسی کی پروا نہ کیجائے اس میں شبہ نہیں کہ ان میں بعض قوانین تھے - لیکن وہ اسقدر وسیع تھے کہ جس کی حد نہیں - مثلاً ان میں یہ قانون تھا کہ کوئی شخص بے شک بتوں کی پرستش نہ کرے - کوئی بتوں پر ایمان نہ لائے - اور ان کی جگہ خدا پر ایمان رکھے مگر وہ اسباب کا انکار نہ کرے - کہ بتوں میں کسی قسم کی طاقت نہیں - اگر ایک شخص بتوں کو نہ مانتے ہوئے مگر ان کی طاقتوں کا انکار نہ کرتے ہوئے عیسائی ہوتا یا یہودی ہوتا - یا موحد ہوتا - تو وہ یہ مختلف عقیدے رکھ کر عرب کی سرزمین میں رہ سکتا تھا - اگر بندش تھی تو یہ کہ بتوں کے خلاف کسی قسم کی رائے کا اظہار نہ کرے - نہ لوگوں کو بتوں کے متعلق اکسائے - اگر یہ نہ کرے - تو ایک شخص عیسائیت کو قبول کرکے عرب میں رہ سکتا تھا - نہ صرف عرب میں بلکہ مکہ میں رہ سکتا تھا یہ تو ہوئی حریت فکر - حریت عمل یہاں تک بڑھی ہوئی تھی - کہ اس کے متعلق ایک مشہور واقعہ ہے کہ عرب کے ایک حصہ کے ایک بادشاہ نے اپنے درباریوں سے سوال کیا - کہ کوئی ایسا ہے - جو میری اور اس کی ماں میری ماں کی اطاعت نہ کرے - انہوں نے جواب دیا کہ فلاں قبیلہ کا سردار ہے - جو بڑا بادشاہ بھی نہیں - وہ آپ کی اور اس کی ماں آپ کی ماں کی اطاعت نہیں کرینگے - بادشاہ نے اس کو کہلا بھیجا کہ بادشاہ کو آپ کے اور بادشاہ کی ماں کو آپ کی ماں کو دیکھنے کا شوق ہے - اس سردار کا نام عمرو ابن الکلثوم تھا - وہ اپنی ماں سمیت گیا - اس کی ماں بادشاہ کی ماں کے خیمہ میں ٹھہری - اور وہ بادشاہ کے خیمہ میں - جب کھانے کا وقت آیا - تو بادشاہ کی ماں نے حکمت عملی سے چاہا کہ اس عورت سے کام لے - اس لئے اس نے اس عورت کو کہا - کہ وہ برتن پکڑا نا - میں کھانا لگا کر باہر تمہارے اور اپنے بیٹے کے لئے کھانا بھیجوں بظاہر یہ کوئی بڑی بات نہ تھی - نہ اس میں ہتک کا سوال تھا - کیونکہ وہ خود تقسیم کرنے بیٹھی تھی - اور جن کو باہر کھانا بھیجنا تھا ان میں اس کا بیٹا بھی تھا - لیکن اس نے اس کو اپنی ہتک کا موجب قرار دیا - اور کھڑی ہو کر زور سے اپنے قبیلہ کو پکارنے لگی - کہ اے فلاں قبیلہ والو! تمہارے سردار کی ماں کی ہتک کی گئی - اس آواز کا بلند ہونا تھا - کہ اس کا بیٹا جو بادشاہ کے خیمہ میں تھا فوراً کھڑا ہو گیا - اور کھڑے ہوتے ہی خیمہ کے ادھر ادھر دیکھنے لگا - ایک طرف بادشاہ کی تلوار لٹک رہی تھی - اس نے فوراً اس کو کھینچ لیا - اور بادشاہ کا سر اڑا دیا - کہ تحقیق بعد میں کروں گا - پہلے ماں کی ہتک کا بدلہ تو لے لوں - خیمہ سے باہر نکلا - اور قبیلہ کے جو چند آدمی ساتھ تھے - ان کو کہا کہ فوراً جو کچھ لوٹ سکتے ہو - لوٹ لو ۔

تو اتنی وہاں حریت تھی کہ بتوں کو برا کہنے کے سوائے کوئی مذہب رکھو - اور ایسی حالت میں وہاں مختلف مذاہب کے لوگ بستے تھے - اگر ان کو کسی بات سے دشمنی تھی تو اس سے کہ وہ بتوں کے خلاف وعظ نہیں سن سکتے تھے مگر باوجود اس کے جب اسلام آیا - تو اس کو دونوں کا مقابلہ کرنا تھا - اول تو یہ کہ کسی کی بات کو نہ ماننا اس حالت کو دور کرنا تھا - دوسرے جن متمدن ممالک میں غلامی اور رعایا کا ایک ہی مفہوم سمجھا جاتا تھا - اس کو دور کرکے حریت عمل و فکر کو قائم کرنا تھا - چنانچہ اسلام نے ایک وسطی طریق اختیار کیا - اور اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ متمدن دنیا کو یہاں تک حقوق دیئے گئے - کہ وہاں کے باشندے اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ مل گئے اور انکو ان کے حقوق اتنے دیئے گئے - کہ وہ زبردست ہو گئے لکھا ہے - کہ ایک علاقہ پر مسلمان متصرف ہو گئے - مگر وہاں کے لوگوں کو مخالفوں کی طرف سے کچھ اذیت پہونچی - جس کا مسلمان تدارک نہ کر سکے - اس سے متاثر ہو کر مسلمان گورنر نے وہاں کا مالیہ اور جزیہ وغیرہ واپس کر دیا - کہ یہ تو ہم اس لئے لیتے ہیں کہ تمہاری حفاظت کریں - جب ہم تمہاری حفاظت نہ کر سکے - تو ہم ان رقوم کے بھی حقدار نہیں - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے عیسائیوں کا مقابلہ کیا - کیونکہ انہوں نے

حریت کو پایا - اور سمجھ لیا کہ ہم غلام نہیں - اور نہ ہمیں غلام سمجھا جاتا ہے - ساتھ ہی وہ حریت جو حد سے بڑھی ہوئی تھی اس کو کم کیا - ایک طرف تو حریت فکر قائم کی - اور ایک مسلم کے لئے فرض رکھا کہ وہ اپنے فکر کو چلائے - جہاں تک کہ اخلاق اور مذہب اجازت دیں - مذہب کے پرکھنے کے لئے خوب آزادی سے کام لے - لیکن جب پرکھ کر معلوم کرے کہ فلاں مذہب حق ہے - تو پھر اس کی پابندی اختیار کرے - فرمایا :- اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول - ہر شخص حق رکھتا ہے کہ وہ ظاہر کرے - جو اس کے خیالات ہیں - لیکن جب اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ حکم خدا اور خدا کے رسول اور ان کے قائم مقاموں کی طرف سے ہے - تو پھر کامل اطاعت کرے - اگر کوئی جھگڑے کی بات ہو تو اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ کرائے - یہ درمیانی طریق تھا - وہ لوگ جو آزاد مطلق تھے - ان کو مقید کیا اور ان کو آزادی دی - جو بالکل مقید تھے - جب تک اسلام کے اس پیش کئے ہوئے طریق پر قدم نہ مارا جائے ترقی نہیں مل سکتی - کیونکہ جب لوگ غلام ہونگے - اور حریت فکر اور حریت عمل سے بالکل محروم ہو نگے - اور رسم و عادات کے بندے ہونگے - اور جو کچھ انہوں نے باپ دادا سے سن رکھا ہو گا - اسی پر عمل کرنے کو موجب نجات و فلاح سمجھتے رہینگے - وہ کچھ بھی نہیں حاصل کر سکیں گے بلکہ مٹ جائینگے - اور اسی وقت سے مسلمان گرنے شروع ہو گئے - اور ان کی امیدیں نامرادی سے مبدل ہو گئیں جب وہ اسی خیال کے پابند ہو گئے -

اور اس کے مقابلہ میں یورپ کے فلسفہ سے متاثر ہو کر ہر شرعی حکم کو غلط ٹھہرانے والے یا ان پر جرح کرنیوالے بھی غلطی کرتے ہیں - غیر تو غیر مسلمانوں میں اس قسم کے لوگ ہیں - جو کہدیتے ہیں - کہ نماز ایک فضول چیز ہے - یہ تو ان لوگوں کے لئے تھی - جنپر تہذیب کی روشنی نہ پڑی تھی - اور جبکہ ابھی تہذیب و تمدن کمال کو نہ پہونچے تھے یہ عرب کے وحشیوں کو پابند کرنے کے لئے ایک اچھا طریق تھا - جس سے وہ خیال کرتے تھے کہ ہم ان حرکات کے ذریعہ خدا کے سامنے ہو جاتے - لیکن اب ہم سمجھ گئے ہیں - اس لئے ان ظاہری حرکات کی ضرورت نہیں

اسی طرح مسلمانوں میں ہیں جو کہدیتے ہیں - کہ وضو کی کوئی ضرورت نہیں - یہ ان لوگوں کے لئے تھا - جو نہانے دھونے کے پابند نہ تھے - اب شرفاء اور یورپ کی تعلیم یافتہ پاک صاف رہتے ہیں - اس لئے وضو کی بھی انہی کیلئے ضرورت تھی - ہمارے لئے نہیں - اسی طرح روزے کے متعلق کہدیتے ہیں کہ روزہ کیا ہے - محض فاقہ کشی - جس کی کوئی ضرورت نہیں - ہم خدا کی عظمت کے لئے یہ تو کر لیا کرینگے - کہ دن میں نہ کھایا کریں - صرف چار دن میں دو تین دفعہ پی لیا کرینگے - جسکے ساتھ چند بسکٹ بھی کھائینگے - سارا دن فاقہ کرنے کا کیا فائدہ -

غرض جس قدر احکام شریعت تھے - ان سب کے متعلق کہدیا کہ ہم خوب سمجھ گئے ہیں - یہ تمام باتیں محض ڈرانے اور مرعوب کر کے خدا کی طرف متوجہ کرنے کے لئے تھیں حالانکہ نماز قید نہ تھی - اور روزہ بھوکا مارنے کے لئے نہ تھا - اگر یہ بات ہوتی - تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے - کہ جو شخص روزہ رکھتا ہے - مگر اپنی زبان اپنی آنکھ اپنے ہاتھ اپنے پاؤں کو قابو نہیں رکھتا - تو یہ محض فاقہ کشی ہو گی - پھر قرآن کریم روزے کے متعلق یہ نہ فرماتا - کہ اگر تم روزہ رکھو گے - تو تم کو تقوی نصیب ہو جائیگا - نماز وہم کے لئے نہ تھی - نہ وحشیوں کو ظاہری شکل سے متوہم اور متاثر کرنے کے لئے تھی - بلکہ نماز میں جس قدر حرکات ہیں - وہ سب اپنے اندر حکمتیں پوشیدہ رکھتی ہیں - اور ہر حرکت کے روحانی فوائد مرتب ہوتے ہیں - اور یہ تمام باتیں روحانی ترقی کے لئے ممد ہیں - اسلام نے کوئی حکم ڈرانے کے لئے نہیں دیا - بلکہ اسلام نے جس قدر احکام دئے ہیں - وہ سب کے سب روحانی ترقی کے لئے ضروری اور لابدی ہیں نماز کی ہر ایک حرکت روحانیت کو بڑھاتی ہے - روزہ بھوکا مارنے کے لئے نہیں - روحانیت کو ترقی دینے کے لئے ہے - زکوٰۃ و صدقات محض حکومت کے انتظام میں مدد دینے کے لئے نہیں - بلکہ روحانیت کے لئے ہے اسی طرح وضو میں بھی یہی بات ہے - پس وضو ان لوگوں کے لئے نہیں - جن کو وحشی کہا جاتا ہو یا جو گندے رہتے ہوں - بلکہ ان کے لئے ہے اور سب کے لئے جو نہائے دھوئے صاف ستھرے رہتے ہوں صحابہ میں سے بہت سے ہیں جو روزانہ غسل کرتے تھے - حضرت عثمان کے متعلق آتا ہے - کہ وہ روزانہ غسل کرتے تھے وہ گندے نہ تھے - مگر روزانہ وضو کرتے تھے - اسلام نے ناپاکی کو ہٹایا اور پاکیزگی کو قائم کیا - پس وضو صرف پاکیزگی کے لئے نہیں - بلکہ روحانیت کے حصول کا ذریعہ ہے

جس وقت تک تو یورپ سے آواز آرہی تھی - کہ وضو وغیرہ کام محض جاہلوں کو پاک کرنے کے لئے ہوتے تھے ان سے متاثر لوگ بھی یہی آواز اٹھاتے تھے - اور وضو وغیرہ کاموں کو لغو ٹھہراتے تھے - مگر اب یورپ نے انکو خلاف آواز اٹھانی شروع کی ہے - اعصاب کے متعلق جو تازہ تحقیقات ہوئی ہے - وہ بتلاتی ہے کہ ہاتھ پاؤں اور منہ کو گیلا کرنے سے دماغی حالت میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے - دماغ میں جو طاقت ہے - اس میں گرمی پیدا ہو کر آنکھوں اور ہاتھوں وغیرہ کے ذریعہ بہتی جاتی ہے - لیکن جب ان اعضاء کو ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے - تو ایک سکون پیدا ہو کر توجہ اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے -

لیکن ہم اس کے محتاج نہیں - کیونکہ جو شخص ایک کام کے فوائد کو تجربہ کر کے دیکھ لے - اس کے لئے کوئی تحقیق زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکتی - مثلاً ہم ہر روز روٹی کھاتے ہیں - اور ابتداء سے لوگ کھاتے چلے آئے ہیں - اب یورپ ہزار تحقیقاتیں کرے - اور بتائے کہ خوراک کے اقسام اور ان کے ہضم ہونے کے اوقات اور ان کے اثرات - مگر ان سے روٹی کے مفید ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا - کیونکہ روٹی کے فوائد تجربہ میں آگئے ہیں - ہم دیکھتے ہیں - کہ یورپ کے مہذبوں کے دانت چالیس برس میں گر جاتے یا گرنے شروع ہو جاتے ہیں مگر وہ لوگ جو ان کے تجارب اور تحقیقاتوں سے آگاہ نہیں - ان کے دانت مدتوں تک سلامت رہتے ہیں - پس باوجود اس کے کہ لوگ خوراک کی تعریف سے ناواقف تھے - مگر مختلف خوراکیں استعمال کرتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے - کیونکہ تجربہ ان کا مفید ہونا ثابت کرتا تھا - پس جو باتیں تجربہ سے ثابت ہوں - ان کے متعلق انسان علم اور تحقیقات سے وسعت

خیال پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن تجربہ یہاں کا اور کوئی اثر نہیں بڑھ سکتا۔ اسی طرح مغربی تحقیقاتیں ہمارے خیالات میں وسعت کا موجب ہو سکتی ہیں۔

علم نفس سے انسان چیزوں کو پہچان سکتا ہے۔ مگر یہ چیزیں اس علم کی وجہ سے بڑھ نہیں سکتیں۔ مثلاً نفس والوں ہر ایک چیز کی تعریف بتادی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پہلے لوگ اور بعث بھی جانتے تھے۔ انہوں نے اس کے اقسام بتائے۔ اور ظاہر کر دیا کہ دماغ کی اس قدر کیفیات ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک توہم ہوتا ہے۔ ایک تصور ایک شعور ہوتا ہے۔ ایک احساسات ہوتے ہیں ایک جذبات وغیرہ وغیرہ۔ جب سائیکولوجی کا علم نہیں نکلا تھا۔ اسوقت بھی لوگوں میں یہ باتیں تھیں۔ اور لوگ ان سے کام لیتے تھے۔ مگر ان کو نام معلوم نہ تھے۔

اسی طرح ہم زبانوں کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً عربی گرامر جب پیدا ہوئی۔ اس سے قبل کی زبان کو اگر دیکھا جائے۔ تو وہ زیادہ اعلیٰ درجہ کی ہے بنسبت بعد کی زبان کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کو صرف و نحو نے مدد نہیں دی۔ البتہ غیر شخص کے لئے جو اس زبان کو سیکھنا چاہے۔ سیکھنے میں مؤید ہو سکتی ہے۔ مگر اہل زبان کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح نماز پڑھنے والے کے لئے ان باتوں کا معلوم ہونا کہ وضو کے یہ فوائد ہیں۔ اور فلاں بات کے یہ۔ سوائے اسکے علم کو بڑھانے کے اور کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔

غرض یہ ایک غلطی تھی۔ کہ اول تو لوگ ہر قسم کی آزادی سے محروم تھے۔ دوسرے انتہاء درجے کے آزاد تھے۔ اسلام نے وسطی طریق بتایا۔ اور اصول بتا دیئے۔ کہ کہاں تک آزادی ہے۔ اور کہاں تک قید آج کل لوگ آزادی کے غلط معنے سمجھنے کی وجہ سے کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ہم تو فلاں شخص کے منہ پر فلاں بات کہدیں۔ اس قسم کی باتیں فساد کا موجب ہوتی ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں فطرت مقابلہ کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی حد ہو۔ خصوصاً ایک مسلم کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے لئے علم مہیا کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو جنگل میں ہو اور تمدن نے اسپر کوئی اثر نہ ڈالا ہو۔ اول تو اس میں جھوٹ کی عادت نہ ہو گی۔ تاہم اگر وہ جھوٹ بولیگا تو ہم کہیں گے۔ کہ وہ غلطی کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو بتلایا ہوا نہ تھا۔ لیکن جس کو بتایا گیا ہو۔ وہ اگر جھوٹ کا مرتکب ہو تو وہ قابل ملامت ہو گا۔ پس ایک مسلمان کو تمام وہ باتیں جو اسے بجالانی چاہئیں۔ خدا نے بتادی ہیں اور پھر اس کے رسول نے ان کی شرح کر دی ہے۔ پھر ائمہ نے ان کی مزید شرح کر دی ہے۔ اب ایک مسلم کیلئے ترقی کا رستہ کھلا ہے۔ اس کو قدم اٹھانا چاہیئے اور ان ہدایات پر عمل کرنا چاہیئے۔ جو اسلام نے اس کو دی ہیں۔ اگر یہ ان ہدایات اور اس قدر روشنی کے باوجود گرتا ہے۔ تو یہ زیادہ الزام کے نیچے ہے کیونکہ جو شخص اندھیرے میں چلتا ہوا ٹھوکر کھا گرتا ہے۔ وہ مجبور ہے۔ لیکن وہ شخص جس کے لئے ہدایت کا سورج چڑھایا گیا۔ اس کے لئے گرنے کا مقام نہ تھا۔ اس کو چاہیئے تھا کہ وہ غور کرتا اور ان ہدایتوں پر عمل کرتا۔ جو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کے نائبوں نے اس کے سامنے رکھیں۔ مسلمانوں کی یہ مثال ہے۔ جیسے ایک شخص اجنبی شہر میں جائے۔ مگر اسکے ساتھ ایک گائیڈ (رہبر) ہو۔ اس کو اس شہر کے جن جن مقامات کی سیر کرنی ہو گی۔ وہ بہت آسانی سے دکھلا دیگا۔ لیکن اگر یہ اس گائیڈ کے ہوتے ہوئے بھی الٹے رستوں اور گلیوں میں ٹھوکریں کھائے تو گائیڈ کا کیا قصور۔ اس کی بدقسمتی ہو گی۔ پس جس کے لئے ہدایت نہیں آئی۔ اگر وہ ٹھوکریں کھائے۔ تو وہ مجبور ہے مگر مسلم کے لئے تو ہدایت آگئی۔ اس کے سامنے راستہ روشن ہے۔ اگر یہ گرے یا بھولے تو اس کا عذر معقول نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عنایت کرے کہ اسکے بتائے ہوئے احکام پر عمل کریں۔ اور پھر ترقیات نصیب کرے۔ جیسے مومنوں کے لئے اس نے قرار دی ہیں

آمین ۔

اعلانِ شاہی

جارج پنجم بفضل ایزدی تاجدار دولتہائے متحدہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ و مقبوضات برطانوی ماورائے بحر شاہ دین پناہ و شہنشاہ ہند کی طرف سے مابدولت کے وائسرائے اور گورنر جنرل۔ ہندوستانی والیان ریاست اور مابدولت کی تمام رعایائے ہند بلا امتیاز نسل و مذہب کو بعد از سلام واضح ہو کہ :-

(۱) ہندوستان کی تواریخ میں آج سے ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ مابدولت نے ایک ایسے قانون کی شاہی منظوری عطا کی ہے۔ جو ان عظیم تاریخی تدابیر میں شامل ہو گا جو اس سلطنت کی پارلیمنٹ نے ہندوستان کے نظام حکومت کی بہتری اور اس کے باشندگان کے اطمینان کی افزونی کے لئے وقتاً فوقتاً منظور کی ہیں۔ ۱۷۷۳ء اور ۱۷۸۴ء کے ایکٹ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کے زیر تحت باقاعدہ نظم و نسق اور عدل و انصاف کے انتظام کی غرض سے وضع کئے گئے تھے۔ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ نے ہندوستانیوں کے لئے سرکاری عہدوں اور ملازمت کے دروازے کھول دیئے تھے۔ ۱۸۵۸ء کے ایکٹ کی رو سے عنان حکومت کمپنی بہادر کے ہاتھ سے نکلکر تاج برطانیہ کی طرف منتقل کر دیگئی۔ اور ہندوستان کی موجودہ پبلک زندگی کی بنیاد پڑی۔ ۱۸۶۱ء کے ایکٹ نے ہندوستان میں نیابتی مجالس کا بیج بویا۔ اور اس بیج نے ۱۹۰۹ء کے ایکٹ سے نشو و نما حاصل کی۔ جو ایکٹ اب قانون کی صورت میں منظور کیا گیا ہے۔ اس کے زیر اثر باشندگان کے منتخب شدہ نمائندوں کو حکومت میں مخصوص حصہ تفویض کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایکٹ بعد میں مکمل ذمہ وارانہ حکومت کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر جیسا کہ مابدولت کو کامل امید ہے۔ وہ پالیسی جو اس ایکٹ کی رو سے اختیار کی جاتی ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی۔ تو اس کے نتائج انسانی ترقی کی تاریخ میں نہایت اہم ہونگے۔ اور اس وقت مناسب اور برمحل ہے کہ مابدولت تمہیں آج اس امر کی دعوت دیں کہ ماضی پر غور کرو۔ اور ہمارے ساتھ

آیندہ کی اُمیدوں میں شریک ہو۔

(۲) جب سے ہندوستان کی خیر و فلاح ہمیں تفویض کی گئی ہے۔ ہمارے شہنشاہی گھرانے اور ہمارے خاندان نے اس کو ایک مقدس امانت تصور کیا ہے ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظمہ وکٹوریا آنجہانی نے باضابطہ طور پر اپنے آپ کو اپنی ہندوستانی رعایا کے ساتھ انہیں فرائض کے احساسات سے وابستہ کیا۔ جن سے وہ اپنی دوسری رعایا سے وابستہ تھیں۔ اور ان کو ان کی مذہبی آزادی اور قانون کی مساوی اور غیر جانبدارانہ حفاظت کا یقین دلایا۔ اس پیغام میں جو ہمارے پیارے والد معظم شاہ ایڈورڈ ہفتم نے سنہ ۱۹۰۳ء میں ہندوستانیوں کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اعلان کیا تھا۔ کہ ان کا مصمم ارادہ ہے کہ اپنی ہمدردانہ اور منصفانہ انتظام حکومت کے اصولوں کو غیر متغیر انداز سے برقرار رکھا جائے۔ پھر سنہ ۱۹۰۸ء کے اعلان میں اعلےٰ حضرت آنجہانی نے گذشتہ پچاس سال کے وعدوں کی تجدید کی۔ اور اس ترقی پر ایک نظر بازگشت ڈالی۔ جو ان کی وجہ سے ظہور میں آئی تھی۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں تخت نشین ہونے پر خود ما بدولت نے ہندوستان کے والیان ریاست اور باشندگان کے نام ایک پیغام بھیجا تھا۔ جس میں ما بدولت نے ان کی وفاداری اور مطاوعت کا اعتراف کیا تھا۔ اور یہ وعدہ کیا تھا کہ ہندوستان کی خوشحالی اور شادمانی ہمارے لئے ہمیشہ انتہائی دلچسپی اور وابستگی کا موجب ہوگی۔ ایک سال بعد ما بدولت نے علیاحضرت شہنشاہ بیگم کی معیت میں ہندوستان کا سفر کیا۔ اور اپنی اس ہمدردی کا جو ما بدولت کو اس کے باشندوں کے ساتھ ہے۔ اور اپنی اس آرزو کا جو ما بدولت کے دل میں انکی بہتری کے لئے ہے۔ ثبوت دیا۔

(۳)

یہ وہ جذبات محبت و شفقت ہیں۔ جن سے ما بدولت اور ہمارے پیشرو متاثر ہوتے رہے ہیں ساتھ ہی پارلیمنٹ اور اس قلمرو کے باشندگان اور ہمارے عہدہ دار جو ہندوستان میں ہیں۔ ہندوستان کی اخلاقی اور مادی ترقی کے لئے یکساں سرگرمی سے مستعد رہے ہیں۔ ہم نے ہندوستان کے لوگوں کو ان کثیر التعداد برکات سے مستفیض کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ لیکن ابھی تک ایک عطیہ باقی ہے۔ جس کے بغیر کسی ملک کی ترقی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس عطیہ سے ملک کے باشندگان کا اپنے معاملات کا انتظام اور اپنے مفاد کی حفاظت کرنے کا حق مُراد ہے۔ بیرونی حملوں کے خلاف ہندوستانی مدافعت کا کام تو امپیریل مفاد اور افتخار کا مشترکہ فرض ہے۔ مگر اس کے اندرونی معاملات کا انصرام ایک ایسا بوجھ ہے۔ جو ہندوستان جائز طور پر اپنے کندھوں پر اٹھانے کی تمنا کر سکتا ہے۔ یہ بار گراں تمام و کمال حیثیت سے اسوقت تک نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ جب تک کہ وقت کے گذرنے اور تجربہ کے حاصل ہونے سے لوگوں میں اس کے اٹھانے کی طاقت پیدا نہ ہو جائے۔ لیکن اب ان کو تجربہ کی ترقی اور انجام دہی کی قابلیت کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کی زیادتی کا موقع دیا جائے گا۔

(۴) ما بدولت نیابتی مجالس کے حصول کیواسطے اپنے باشندگان ہند کی روز افزوں تمنا کو سمجھتے ہیں۔ اور اسے ہمدردی سے ملاحظہ کرتے رہے ہیں۔ یہ تمنا قلیل ابتدا سے شروع ہو کر ملک کے سمجھدار طبقہ میں اپنے اثر کو رفتہ رفتہ مضبوط کرتی گئی ہے۔ تحریک ہذا آئینی حدود کے اندر رہ کر اخلاص اور جرأت سے ترقی کرتی گئی ہے۔ اور اس بدنامی کو مٹا کر زندہ رہی ہے۔ جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر نافرمان لوگوں کے رویہ سے جو حب الوطنی کے بھیس میں سرکشانہ افعال کا ارتکاب کرتے رہے ہیں اس خواہش پر عائد ہوتی ہے۔ اس آرزو کو اسی نصب العین سے جن کے لئے برطانوی اقوام کی دولت مشترکہ جنگ عظیم میں لڑتی رہی ہے۔ اور زیادہ تقویت پہنچی ہے۔ اور اس حصہ سے جو ہندوستان نے ہماری مشترکہ جد و جہد۔ اندیشوں اور فتوحات میں لیا ہے۔ اسے اپنے دعوے میں تائید حاصل ہوتی ہے حقیقت میں سیاسی ذمہ داری کی خواہش کا سرچشمہ ہندوستان کے ساتھ برطانوی تعلق کی بنیاد میں موجود ہے۔ انسانی تواریخ اور خیالات کے زیادہ گہرے اور زیادہ وسیع مطالعہ نے جس کا موقعہ اس تعلق سے ہندوستانی لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ لازمی طور پر اس آرزو کو پیدا کر دیا ہے۔ اس کے بغیر ہندوستان میں اہل برطانیہ کا کام نامکمل رہ جاتا۔ اس لئے وہ تدابیر دانشمندانہ تھیں جن سے کئی سال پہلے نیابتی مجالس کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ ان کے حلقۂ اثر کو منزل بمنزل وسیع کیا گیا تا اینکہ اب ہمیں نظر آرہا ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کی راہ میں ایک اور قدم بڑھایا گیا ہے۔

(۵) اسی ہمدردی اور بیش از بیش دلچسپی کے ساتھ ما بدولت اس راہ پر ترقی کے متمنی ہوں گے۔ یہ راستہ آسان نہیں۔ اور منزل مقصود کی جانب قدم زن ہونے میں ما بدولت کی رعایائے ہند کے تمام طبقوں اور قوموں کو اس میں بردباری اور استقلال کی ضرورت ہوگی۔ ما بدولت کو اعتماد ہے۔ کہ یہ اعلیٰ صفات یقینی طور پر پیدا ہو جائینگی۔ ہم نئی مجالس عامہ پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کی خواہشات کی دانشمندی سے ترجمانی کرینگی۔ جن کے وہ نمائندے ہیں۔ اور ان عوام کے مفاد کو بھول نہ جائینگی۔ جنہیں ابھی حقوق انتخاب نہیں دئے جا سکتے۔ ما بدولت لوگوں کے لیڈروں یعنی آیندہ کے وزراء پر اعتماد کرتے ہیں۔ کہ وہ اس ذمہ داری کے لئے تیار ہونگے۔ غلط فہمیوں کو برداشت کرینگے۔ اور سلطنت کے مشترکہ مفاد کی خاطر بہت ایثار سے کام لینگے۔ اور اس امر کو یاد رکھینگے۔ کہ صحیح حب الوطنی۔ فرقہ بندی اور جماعت وار حدود کے پابندیوں سے بالاتر ہے۔ اور مجلس قانونی کا اعتماد قائم رکھ کر غیر ضروری اختلاف کو دور کرنے اور عادل اور مہربان حکومت کے ضروری معیار کو قائم رکھنے کے لئے ما بدولت کے عہدہ داروں کے ساتھ مشترکہ بہبودی کی خاطر شریک کار ہونگے۔ اس کے ساتھ ہی ما بدولت اپنے عہدہ داروں سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے نئے شرکائے کار کا احترام

کرینگے۔ اور ان کے ساتھ مل کر مروت اور ہم آہنگی سے کام کرینگے۔ رعایا منتخب نمائندوں اور ان کے نمائندوں کو آزادانہ مجالس کی جانب پُر امن پیش قدمی میں امداد دینگے۔ اور ان نئے کاموں میں زمانہ ماضی کی طرح ابدولت کی رعایا کی ایماندارانہ خدمت کے اعلیٰ ترین مقصد کو پورا کرنے کا تازہ موقعہ پائینگے ۞

(۶) اس موقعہ پر ہماری یہ صادق آرزو ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہماری رعایا اور ان لوگوں کے درمیان جو ہماری طرف سے حکومت کے ذمہ دار ہیں۔ رنجش کے تمام نشانات محو کر دیئے جائیں۔ جو لوگ زمانہ ماضی میں سیاسی ترقی کی سرگرمی میں قانون کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ ان کو چاہیئے۔ کہ مستقبل میں قانون کا احترام کریں۔ اور جو با امن اور باقاعدہ حکومت قائم رکھنے کے لئے ذمہ دار ہیں ان کے لئے یہ ممکن ہونا چاہیئے۔ کہ ان ناجائز سرگرمیوں کو فراموش کر سکیں۔ جن کا انہیں انسداد کرنا پڑا تھا۔ ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے۔ لازم ہے۔ کہ اس کا ایک مشترکہ مقصد کے لئے ہماری رعایا اور احکام کی باہمی شرکت کے عزم سے آغاز ہو۔ اس لئے ہم اپنے وائسرائے کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے اور ہمارے نام پر سیاسی مجرموں پر انتہائی وسعت تک مراحم خسروانہ کا استعمال کریں۔ جو وائسرائے کی رائے میں امن عامہ کے متناقض نہ ہو۔ ہماری آرزو ہے۔ کہ اس شرط پر اس رعایت کو ان اشخاص تک وسیع کر دیا جائے۔ جو گورنمنٹ کے خلاف جرائم کے پاداش میں یا خاص یا فوری قوانین کے ماتحت مقید ہیں یا جن کی آزادی پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ ان لوگوں کی جو اس سے مستفیض ہوں۔ آئندہ روش اس ترحم کی موزونیت کو ثابت کر دیگی۔ اور ہماری تمام رعایا اس قسم کی روش اختیار کریگی۔ جس سے آئندہ اس قسم کے جرائم کے لئے قوانین کا نفاذ غیر ضروری ہو جائے ۞

(۷) برطانوی منڈیس میں نئے نظام ترکیبی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہی ماہدولت نے بخوشی والیان ریاست کی ایوان مشاورت کی قیام کے لئے منظوری عطا فرمائی۔ ماہدولت کو اعتماد ہے۔ کہ ان کے مشورے ریاستوں اور ان کے والیان کے لئے دائمی طور پر مفید ہونگے۔ ان کے مفاد کو ترقی دینگے۔ جو ان علاقوں اور برٹش انڈیا میں مشترکہ ہیں۔ اور بحیثیت مجموعی سلطنت کے لئے فائدہ مند ہونگے۔ ماہدولت اس موقع پر دوبارہ پھر ہندوستان کے والیان ریاست کو اپنے عزم مصمم کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کے استحقاقات حقوق اور مراتب کو بدستور سابق برقرار رکھا جائیگا

(۸) ماہدولت کا ارادہ ہے۔ کہ اپنے فرزند دلبند پرنس آف ویلز کو آئندہ موسم میں ہندوستان بھیجیں تاکہ وہ ماہدولت کی طرف سے والیان ریاست کے نئے ایوان مشاورت اور برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کی افتتاحی رسم ادا کریں ۞

ماہدولت کی دعا ہے کہ ان کو ان لوگوں میں یکجہتی اور اعتماد نظر آئے۔ جن پر ملک کی آئندہ خدمتگذاری منحصر ہے تاکہ ان کی محنتیں بار آور ہوں۔ اور ان کا نظام حکومت تدریجی ترقی سے وابستہ ہو۔ ماہدولت اپنی تمام رعایا کے ساتھ ہم آواز ہو کر خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں دعا کرتے ہیں۔ کہ اس کی مشیت اور ہدایت سے ہندوستان آگے سے زیادہ خوشحالی اور فارغ البالی حاصل کرے۔ اور اُسے سیاسی آزادی کی انتہائی وسعت نصیب ہو ۞

۲۴ - دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء

بموجب احکام شائع کیا گیا

دستخط

ایل فریخ

قائم مقام چیف سیکرٹری پنجاب گورنمنٹ

نظم

محفوظ ہر بلا سے دارالاماں ہمارا

حکیم احمد حسین صاحب کی نظم جو انہوں نے سالانہ جلسہ پر پڑھی

ہم احمدی ہیں کہ ہے قادیاں ہمارا
یہ تخت گاہ مرسل جنت نشاں ہمارا

دنیا میں سو طرح کی آفات آرہی ہیں
محفوظ ہر بلا سے دارالاماں ہمارا

تاثیر اتصالی اسکی زمیں میں دیکھی
دنیا کو کھینچتا ہے یہ آسماں ہمارا

بدبخت ہے جو کوئی منہ قادیاں سے پھیرے
پھولا پھلا ہوا ہے یہ گلستاں ہمارا

اپنا چراغ روشن دشت و جبال پہ ہے
مغرب کی وادیوں میں ہے کارواں ہمارا

ہر قوم نے مقابل جو زور تھا لگایا
آخر نہ رک سکا یہ سیل رواں ہمارا

اے سرزمین کابل تجھ پر فدا ہوا ہے
عبداللطیف سید اک پہلواں ہمارا

اے روس کے جوانو تمکو یہ یاد ہوگا
فرزند تمہارا ہے اک نشاں ہمارا

اے نام کے مسلماں کب تک یہ جور بے جا
اسلام پہ فدا ہو جو پاسباں ہمارا

تری مخالفت سے ہم اور بھی بڑھینگے
فتوؤں سے کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

توحید کے چمن میں باد صبا چلی ہے
اور اسکی ڈالیوں پہ ہے آشیاں ہمارا

روح القدس کے سایہ میں ہم جوان ہوئے ہیں
محمود ہے خلیفہ یہ نوجواں ہمارا

فتح و ظفر کی چابی میاں صاحب شکوہ ہے
دل کا حلیم بھی ہے یہ مہرباں ہمارا

یہ جلد جلد بڑھ کر دنیا پہ چھا رہا ہے
باران فضل رحماں اور آسماں ہمارا

یہ علم ظاہری سے اور باطنی سے پر ہے
شک ہو تو آؤ دیکھو لو امتحاں ہمارا

بیماریوں سے اکثر کو شفا کر رہا ہے
دست شفاء قدرت اور حرز جاں ہمارا

یہ ہے بشیر ثانی اور فضل عمر بھی ہے
تعیین کر چکا ہے نور زماں[1] ہمارا

صادق کو مانتا ہے گر غیر کی پرستش
دنیا سے بڑھ کے ایماں یہ ہے عیاں ہمارا

اے ہادی ہدایت تو شان کبریا ہے
موعود انبیاء ہے اور پاسباں ہمارا

تو دن بدن بڑھے اور تو مرجع شہاں ہو
قوموں میں تو نشاں ہے فخر جہاں ہمارا

دین پہ فدا رہوں میں میرے لئے دعا ہو
احمدؔ کا تو نشاں ہے اور پاسباں ہمارا

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ دیکھو سراج منیر تریاق القلوب اور حقیقۃ الوحی ۞

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کیلئے شائع ہوا)